انتخابات کا طبقاتی تجزیہ ((3

مستقبل

فرخ سہیل گوئندی

04-27-2013

1977ء کے انتخابات کے نتائج کو 9 جماعتوں کے اتحاد (پی این اے) نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پی این اے نے پہلے دوبارہ انتخابات کا مطالبہ کیا اور پھر یکا یک یہ مظاہرے نظامِ مصطفی کی تحریک میں ڈھال دیئے گئے۔ حکومت اور پی این اے نے طویل مذاکرات کیے اور جب دونوں سیاسی دھڑے معاہدے پر پہنچ گئے تو 5 جولائی 1977ء کو جنرل ضیاالحق نے آئین معطل، اسمبلیاں تحلیل اور منتخب حکومت ختم کر دی۔ ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ بعد میں پی این اے کو حکومت میں بھی شامل کر لیا گیا۔ 1977ء کے انتخابات میں ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی کی طرف سے درمیانے طبقے کے کئی لوگوں کو نامزد تو کیا گیا لیکن الیکشن لڑنے کے لیے انتخابی عمل میں جو امیدوار اتارے گئے، اُن میں اکثریت اُن لوگوں کی تھی جو 1970ء میں پی پی پی کے مخالف تھے جب کہ پی این اے میں، جو کہ 9 مختلف الخیال سیاسی جماعتوں کا انتخابی اتحاد تھا، مذہبی اور سیکولر جماعتیں شامل تھیں۔

ان انتخابات میں پاکستان کی سیاست میں ایک نیا فیکٹر ابھرا، وہ تھا ذوالفقار علی بھٹو کا فیکٹر، یعنی اب انتخابی سیاست پرو بھٹو اور اینٹی بھٹو کے محور میں داخل ہو گئی۔ ایک شخصیت کے گرد سیاست، حمایتی اور مخالفت کی سیاست۔ یہ زمانہ پاکستان میں سیاسی پولرائزیشن کا زمانہ تھا اور اسی پولرائزیشن میں ذوالفقار علی بھٹو محبت اور نفرت کا سمبل بن گئے۔ 1977ء کے انتخابات میں ابھرنے والا یہ سیاسی فیکٹر پاکستان کا ایک اہم سیاسی فیکٹر بن گیا، جس کے نتیجے میں ذوالفقار علی بھٹو تختۂ دار پر لٹکا دیئے گئے۔ سیاست اور سماج دو حصوں میں بٹ گئے، فوجی حکومت نے اس فیکٹر کو بڑی چابکدستی سے سیاسی ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کیا۔ جولائی 1977ء میں فوجی حکومت نے اعلان کیا کہ 90 روز میں انتخابات کروا دیئے جائیں گے۔ لیکن یہ وعدے مزید وعدوں کی صورت اختیار کرتے چلے گئے۔

ستمبر 1979ء میں جب غیر سیاسی بنیادوں پر بلدیاتی انتخابات کا انعقاد کیا گیا تو پی پی پی نے عوام دوست کے نام سے اپنے امیدوار نامزد کیے جس سے مارشل لاء حکومت کو ایک بار پھر یہ معلوم ہوا کہ سیاست میں بھٹو فیکٹر ابھی تک اپنی طاقت رکھتا ہے۔ اس عرصے میں مارشل لاء حکومت نے مذہب کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اور یوں فوجی حکومت نے بھٹو مخالف مذہبی سیاسی دھڑوں کی حمایت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ مذہبی سیاست کو ریاستی سطح پر اپنایا گیا اور یوں پاکستان میں طبقاتی سیاست پسپائی کی جانب گامزن ہوئی۔ مارشل لاء حکومت اور اس کے مذہبی سیاسی اتحادیوں نے مذہب اور اینٹی بھٹو فیکٹر کو یکجا کر کے سماج میں ایک نئے رجحان کو جنم دیا۔ میڈیا کی اکثریت نے مارشل لاء اور بھٹو مخالف رجحان کی بھرپور حمایت کی۔ پی پی پی مکمل طور پر زیرِ عتاب آ گئی۔ بھٹو مخالف سماجی اتحاد کو یقین تھا کہ اگر ذوالفقار علی بھٹو کا جسمانی وجود مٹا دیا جائے تو پی پی پی کی سیاست ''اپنے انجام'' کو پہنچ جائے گی۔ لیکن تاریخ کے جدلیاتی عمل سے ناواقف، بھٹو مخالف قوتیں اس ادراک سے محروم رہیں جب کہ بھٹو فیکٹر سیاست میں شخصیت پرستی کا ایک طاقتور مرکز بن گیا۔ ایک مردانہ معاشرے میں پی پی پی کی آمریت مخالف تحریک کی قیادت پہلے نصرت بھٹو اور پھر ایک جواں سال لڑکی بے نظیر بھٹو نے کرنا شروع کی۔ فوجی حکومت اور اس کی سماجی اتحادیوں نے مذہبی سیاست کے ذریعے ذوالفقار علی بھٹو کی ''کافرانہ سیاست'' سے مقابلے کا دعویٰ کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو کافر، قاتل،

خائن، غدار اور ایک بے رحم شخص کے طور پر پیش کیا گیا، یعنی ''نیکوکار لوگوں'' کی ''بدکار بھٹو'' کے حمایتوں کے خلاف سیاست۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جنرل ضیاالحق کی قیادت میں اس مارشل لائی سیاست میں اوپری طبقے کے وہ ''رہنما'' بھی شامل ہو گئے جو 1977ء میں پی پی پی میں شامل ہو چکے تھے۔ سیاست میں اب ایک طرف مذہبی رجحان رکھنے والے لوگ تھے اور دوسری جانب بھٹو کی شخصیت پرستی۔ اس عمل اور ردِعمل کے نتیجے میں سیاست طبقات، نظریات، فکر سے نکل کر فرقہ وارانہ اور شخصیت پرستی کی جانب چلی گئی۔ حمایت اور مخالفت کی اس سیاست کا محور، ذوالفقار علی بھٹو بن گئے۔

جنرل ضیاالحق نے 1985ء میں غیر جماعتی انتخابات کروا کر پاکستان کی سیاست اور انتخابات کو جس جانب گامزن کیا، اس نے پاکستانی سیاست میں طبقاتی، نظریاتی اور فکری بنیاد میں ایک بڑا شگاف ڈال دیا۔ 1985ء کے انتخابات غیر سیاسی بنیادوں پر منعقد کیے گئے، اس انتخابی عمل میں فرقہ وارانہ عنصر، ذات برادری اور خاندان بڑی شدت کے ساتھ شامل ہوئے اور یوں سیاست اور سماج سیاسی بنیادوں پر منظم ہونے کی بجائے فرقہ وارانہ، ذات، خاندان، برادریوں کی تقسیم کے عمل کا شکار ہو گیا۔ 1985ء کے انتخابات نے پاکستان کے آئندہ ہونے والے تمام انتخابات میں منفی انداز میں فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ ان انتخابات میں جہاں ذات برادری اور فرقہ واریت نے فیصلہ کن کردار ادا کرنے کا رجحان پکڑا، وہیں ایک نئی سماجی حقیقت بھی سیاست اور انتخابات میں داخل ہو گئی۔ 1970ء تک انتخابات سیاسی حوالے سے پاکستانی سماج خصوصاً پنجاب زراعت سے وابستہ لوگوں کے گرد ہوتے رہے۔ 70ء کی دہائی میں شہری زندگی میں اضافہ ہوا، جس میں خلیجی ممالک سے آنے والے زرمبادلہ نے پنجاب کے رہن سہن پر گہرے اثرات مرتب کیے اور ساتھ ساتھ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کی متعدد اصلاحات نے Urbanization کو تقویت دی۔ اس کے نتیجے میں ایک نئی مڈل کلاس ابھری۔ یہ مڈل کلاس اس مال کی خرید و فروخت کے نتیجے میں شہروں میں دولت کا سماجی مرکز بن کر ابھری، جس میں چھوٹے صنعتکار اور تاجر طبقے شامل تھے۔ اسی لیے جب جنرل ضیاالحق نے 1980ء میں مجلس شوریٰ اور صوبائی شوریٰ قائم کیں تو ان میں جاگیرداروں کے علاوہ اس کلاس کے نمائندوں کو بھی نامزد کیا گیا۔ پنجاب میں صنعتکار گھرانے سے تعلق رکھنے والے میاں نواز شریف کو وزیر خزانہ نامزد کیا گیا۔

1985ء کے انتخابات تک اس سے مرکنٹائل کلاس کا سیاست میں اس قدر اثر قائم ہو گیا کہ جب پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کی وزارتِ اعلیٰ کا تاج جنوبی پنجاب کے ایک جاگیردار مخدوم زادہ حسن محمود (موجودہ گورنر پنجاب کے والد) کے سر کی بجائے اس نئی ابھرنے والی کلاس کے نمائندے پر سجایا گیا تو اس کو پنجاب کے روایتی جاگیرداروں نے اپنی توہین اور چیلنج سمجھا۔ لیکن یہ ایک سماجی حقیقت تھی کہ اب پنجاب کی مرکنٹائل کلاس سیاست میں اہم کردار کرنے لگی۔ اس طرح ہم دیکھ سکتے ہیں کہ 1980ء کی دہائی کے بعد قومی اور صوبائی سطح پر تاجر اور چھوٹے صنعتکار انتخابی عمل میں پہلی بار بھرپور کردار ادا کرنے لگے۔ اور یوں 1985ء کے انتخابات کے بعد، مذہبی قوتیں اور مرکنٹائل کلاس، جاگیردار طبقات کے علاوہ اہم کردار ادا کرنے لگیں۔ سیاست اور انتخابی منظرنامہ اب ان دو قوتوں کے بغیر ناممکن ہوتا گیا اور یوں جاگیرداروں کے علاوہ مرکنٹائل کلاس بھی انتخابات میں ابھرتے سرمائے کے سبب زور پکڑنے لگی، جب کہ نچلے طبقات کی سیاست معدوم ہونے لگی اور ہر انتخابی عمل سرمائے، برادری، ذات، فرقہ واریت، علاقائی نسل پرستی اور خاندان کی بنیاد پر قائم ہوا۔ اس کا طاقتور مرحلہ 1988ء کے انتخابات تھے، جب پنجاب پی پی پی کے ہاتھوں سے نکلنا شروع ہوا اور پنجاب کی قیادت مرکنٹائل کلاس کے ہاتھ آنے لگی۔ اس عمل میں پاکستان پیپلز پارٹی نے بھی طبقاتی بنیادوں کی بجائے نئے ابھرتے ہوئے رجحانات کی پیروی کرنا شروع کر دی جو کہ درحقیقت خود اس کی جبلت کے خلاف تھا۔ (جاری ہے)